مطبوعات

تفسیر سورۂ شمس تالیف علامہ حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ - ترجمہ مولانا امین احسن صاحب اصلاحی - ضخامت ۷۰ صفحات - قیمت ۵/- مکتبۂ حمیدیہ - سرائے میر (ضلع اعظم گڑھ) -

سورہ شمس میں اللہ تعالیٰ نے پہلے سورج اور چاند، دن اور رات، آسمان اور زمین کی قسم کھائی ہے، پھر نفس انسانی اور اسکی ساخت اور اس پر فجور و تقویٰ کے الہام کی قسم کھا کر بیان فرمایا ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اس نے فلاح پائی اور جس نے اسے آلودہ کیا وہ ناکام رہا۔ اس مضمون کی تفسیر میں بنیادی سوال جو حل طلب ہے وہ یہ ہے کہ مقسم علیہ اور مقسم بہ میں مناسبت کیا ہے؟ یعنی اس دعوے پر کہ نفس کو پاک کرنے والا فلاح پاتا ہے اور اسے آلودہ کرنے والا ناکام و نامراد رہتا ہے وہ چیزیں کس طرح دلالت کرتی ہیں جنکی قسم کھائی گئی ہے؟ مصنفِ علام نے اسی سوال کو حل کرنے کی کوشش کی ہے، اور حق یہ ہے کہ وہ اس کوشش میں قدیم مفسرین سے بہت آگے نکل گئے ہیں، لیکن پھر بھی یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان کا نشانۂ تحقیق ہدفِ مقصود پر ٹھیک نہیں بیٹھ سکا، صرف قریب پہنچ کر رہ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مقسم علیہ کے تعین میں ان کو اضطراب پیش آیا ہے، اس لیے وہ انفس و آفاق کی دلالتوں کو براہ راست قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا کے مرکزی معنیٰ تک نہیں لے جاتے بلکہ اس کے لوازم و متعلقات میں سے کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف اُن کا رخ پھیر دیتے ہیں۔ یہ بات بادنیٰ تامل سمجھ میں آسکتی ہے کہ یہاں توحید الٰہی اور جزائے اخروی بجائے خود مقسم علیہ نہیں ہیں بلکہ اصل مقسم علیہ کے متعلقات ہیں، اور اصل مقسم علیہ صرف

یہ ہے کہ نفس کو پاک کرنے کا نتیجہ مطلقاً فلاح ہے اور اُسے آلودہ کرنے کا انجام مطلقاً نامرادی۔ لہٰذا تفسیر کا حق ادا کرنے کے لیے لازم تھا کہ اس مرکزی معنی پر اچھی طرح نظر جمادی جاتی اور آفاق و انفس کے جن جن آثار کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان سب کی دلالتوں کو ٹھیک اس مرکز تک پہنچایا جاتا۔

مصنف سے ایک لغزش یہ بھی ہوئی ہے کہ انہوں نے سورہ کے عمود کو محدود کر دیا ہے۔ انکے نزدیک "اس سورہ میں قریش اور ان کے بدبخت سردار کے لیے انذار و تخویف ہے"، اور "روئے سخن بصورت خصوصیت کے ساتھ ابولہب کی طرف ہے"۔ حالانکہ دراصل اس سورہ میں ایک عالمگیر کلیہ بیان کیا گیا ہے جو انسان پر عین اسکی ساخت اور اسکی خلقت کے لحاظ سے راست آتا ہے، اور بلا قید زمان و مکان ہر شخص اور ہر قوم کے حق میں ویسا ہی صحیح ہے جیسا ابولہب اور قریش کے حق میں تھا۔ یہ تو کلی اور اصولی حقیقتیں ہیں جو حال و مقام کی محدودیتوں سے آزاد ہوتی ہیں۔ البتہ قرآن چونکہ ایک خاص وقت اور خاص قوم میں نازل ہوا ہے، اور اس کے اولین مخاطب وہ خاص لوگ تھے جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، لہٰذا اس نے ان عالمگیر حقیقتوں کو اس انداز میں بیان کیا ہے کہ یہ اُس محل خاص پر بھی چسپاں ہوتی ہیں جو نزول کے وقت سامنے موجود تھا، اور پھر بجائے خود عالمگیر کی عالمگیر بھی رہتی ہیں۔ ایسے مواقع پر مناسب تر یہ ہے کہ پہلے سورہ کے عمود کو اسکی پوری وسعتوں کے ساتھ بیان کیا جائے اور پھر اس کے محل خاص کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے۔

ان امور کا ذکر صرف اس لیے کیا گیا ہے کہ ناظرین ان کو ملحوظ رکھ کر مصنف کی تحقیق سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ کتاب کا ہر صفحہ اعلیٰ درجہ کی تحقیق سے لبریز ہے اور قرآن مجید کے معانی میں غور و خوض کرنے والوں کو تدبر کی نئی نئی راہیں دکھاتا ہے۔ آثار فطرت اور تاریخ سے قرآن کے استدلال کو علامہ مرحوم جس بالغ نظری کے ساتھ کھول کھول کر واضح کرتے ہیں، اور اس کے ضمن میں جیسے جیسے لطیف نکات بیان کرتے ہیں، وہ ان کا خاص حصہ ہے وذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔